نور ایمان

محدث کبیر

حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

تعارف

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلام علیٰ خاتم الانبیاء۰ اما بعد!

قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے گرو مرزا محمود نے ندائے ایمان نامی ایک مضمون تحریر کیا۔ جس کا محدث کبیر حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے ''نور ایمان'' کے نام سے جواب تحریر فرمایا۔ صدائے ایمان از شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور نور ایمان از محدث کبیر مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ ایک ساتھ پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوئے تھے۔ ''صدائے ایمان'' آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ''نور ایمان'' ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوئے تھے۔ اب نایاب تھے۔ شامل کتاب کرنے کی سعادت پر رب کریم کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ فلحمدللّٰہ!

فقیر اللہ وسایا

۷/۶/۱۴۲۲ھ

۲۷/۸/۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَاللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ الصف۸"

زمیندار کی ایک تازہ اشاعت میں مرزا محمود قادیانی کا مضمون "ندائے ایمان" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جسے دیکھ کر مجھے ان کے فلسفہ توہین و عظمت رسول پر حیرت ہوتی ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ انتہائی جذبہ عقیدت و مودت میں حیات مسیح علیہ السلام جیسے مسلم و محکم عقیدہ کو خاتم الانبیاء ﷺ کی توہین اور ہتک عزت کا موجب سمجھتے ہیں اور دوسری طرف نہایت بیباکانہ و سفاکانہ لہجہ میں سرور کائنات ﷺ کے ایک مخلص اور سچے جان نثار کو کافر، جہنمی، قرار دے دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا جذبہ محبت ظاہر کرنے والا نبوت محمدی کے تسلیم کر لینے والے کو کسی جدید نبوت کے انکار سے کیسے کافر کہہ سکتا ہے حالانکہ حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو تو نبی کریم ﷺ کی توہین سے دور کا بھی کوئی علاقہ نظر نہیں آتا۔ ہزاروں انبیاء لاکھوں صلحاء گزر گئے لیکن کیا موجودہ زندہ رہنے والے انسانوں کو ان پر اس لئے کوئی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے کہ یہ زندہ ہیں اور وہ وفات شدہ۔ اس لئے ہم یہ رائے قائم کر لینے پر مجبور ہیں کہ آپ کے نزدیک معیار توہین و عظمت صرف یہ ہے کہ جس طریق سے مسیحیت جدیدہ کا راستہ صاف ہو وہ عظمت ہے اور جس مسئلہ سے اس راستہ میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ پیش آئے وہ توہین اور ہتک عزت ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی چونکہ نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت بلکہ اس قسم کے ہر کاذب مدعی کے لئے سد راہ ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اسے آپ

بھی ایک رکاوٹ سمجھ کر موجب توہین قرار دیں اور اسی لئے ایسے مدعیوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے اسی مسئلہ سے لوگوں میں تنفر پیدا کریں۔ تاکہ اپنی مسیحیت کی بنیاد قائم کرنے کے لئے ان کا دوسرا اقدم ناکام نہ رہے۔ اسی لئے شریعت مصطفویہ ﷺ نے پہلا بند اسی دروازہ پر قائم کیا ہے۔ جہاں سے مدعیان مسیحیت کاذبہ کی آمد کا سب سے اول خطرہ تھا اور وہ یہی مسئلہ حیات مسیح ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق کی ایک کڑی دوسری کڑی سے ملی ہوئی ہے اور اسی طرح ایک باطل دوسرے باطل سے وابستہ ہے :

" قال ﷺ وایاکم و محدثات الا مورفان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وفی حدیث انسؓ عند الترمذی ثم قال یا بنی وذلك من سنتی ومن احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة ۔ "

حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کے بعد حق کی دوسری کڑی مدعیان مسیحیت کاذبہ کی تکذیب ہے۔ ختم نبوت کا اعتقاد راسخ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عظمت اور ان کے جلال کا تسلیم کرنا ہے۔ قرآن شریف کے آیات اور احادیث کے ایک ذخیرہ پر خدا اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق ایمان لانا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف وفات مسیح کے مان لینے کے بعد دوسرا باطل جو ہمارے سامنے ہے وہ مدعیان مسیحیت و نبوت کی ایک قطار ہے۔ قصر ختم نبوت کا ہدم ہے' مسیح برحق کا انکار ہے' قرآن شریف کی نصوص صریحہ سے روگردانی ہے اور سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ کے اس پر عظمت جلال کا انکار ہے جو آخری زمانہ میں عالم آشکارا ہونے والا ہے اور جس کے ساتھ اتحاد ملل و مذاہب وابستہ اور وحدۃ دین موجود ہے :

" قال تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۔ النساء ۱۵۹ "

اس کے بعد آپ غالباً بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صدہا پیشگوئیوں میں سے مسیح علیہ السلام کی آمد کی پیشگوئی کو تقریباً (۷۰) (بلکہ سو سے بھی زائد) احادیث میں کیوں مکرر سہ کرر بیان کیا گیا ہے حالانکہ اس کی حیثیت ایک پیشگوئی ہونے کے سوا اور کیا ہے۔ پھر پیشگوئی ایک یہی نہیں اور بھی بہت تھیں اسی کو کیا اختصاص تھا کہ اس کثرت کے

ساتھ اس کو بیان کیا گیا؟۔ اور اس کے بالمقابل مدعیان مسیحیت کو آخر اسی مخصوص مسئلہ سے چڑ کیوں ہے؟ اور کیوں زبردستی کبھی توہین کی دھمکی دے کر' کبھی عقل کے خلاف ٹھہرا کر' اور کبھی قرآن و حدیث کے مخالف قرار دے کر' اور کبھی عیسائیوں کی موافقت سے ڈرا کر اس مسئلہ سے متنفر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے؟۔

افسوس نہ تھا اگر اس اہم مسئلہ توہین و عظمت رسول میں اس "سیاسی" دلسوزی کے ساتھ علمیت کا بھی کچھ رنگ ہوتا کہ جواب دینے کے لئے ہم جیسے غلامان محمد ﷺ ابھی ہزاروں زندہ موجود ہیں۔ لیکن افسوس تو اس پر ہے کہ جن امور سے اس عقیدہ اہم و مہم کو توہین قرار دیا گیا ہے وہ ایک احمق سے احمق کے لئے بھی قابل تمسخر ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر طویل العمر اور زندہ سمجھنا نبی کریم ﷺ سے افضل ٹھہرانا ہے۔ یہ ٹھیک ایسا ہی استدلال ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادہ ابراھیم (علیہ السلام) کو حالت رضاعت میں وفات شدہ ماننا اور مرزا غلام احمد کے صاحبزادہ کو باایں ریش و فش جیتا جاگتا تسلیم کرنا آپ کی توہین کرنا ہے۔ کیا اگر کوئی دوسرا اپولٹیکل مبلغ' سرور کائنات ﷺ کے فرزند اور آپ کی اس پیری کا مقابلہ کر کے یہ کہنے لگے کہ مسلمانو! کیا غضب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرزند کو تو زمانہ طفولیت سے بھی گذرنے نہیں دیتے اور مرزا غلام احمد کے بیٹے کو زندہ مان کر بڑھاپے کی عمر تک پہنچاتے ہو' اور حضور ﷺ کی سخت توہین کرتے ہو۔ تو کیا وہ آپ کی وفات عین حالت حیات میں ثابت کرنے میں مجبور نہیں ہے؟۔ یا صرف اتنے سے فرق سے کہ آپ سرزمین پنجاب میں زندہ ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر۔ آپ زندہ اور وہ وفات شدہ تسلیم کئے جا سکتے ہیں؟۔ آپ کو یقین کر لینا چاہئے کہ مدنی نبی ﷺ کے ماننے والے اس کے فرمان پر چشم دید حالات سے زیادہ یقین رکھتے ہیں اور جہاں شریعت کی اطلاع پر لا تعد او لا تحصیٰ ملائکہ کو سمٰوات پر زندہ تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بلا شبہ و ریب زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ عجب نہیں کہ قدرت کے ہاتھ نے اسی لئے انہیں آسمانوں پر اٹھایا ہو تاکہ آسمان پر رہ کر ان کے حیات میں کوئی استبعاد نہ رہے کیونکہ جس ملک کی عمر تا نفخ صور ہو وہاں کسی کا برائے چندے زندہ رہنا کیا بعید ہے؟۔ اگر نوح علیہ

السلام اسی زمین پر رہ کر ہزار برس زندہ رہ سکتے ہیں۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر کیوں اس قدر یا اس سے زیادہ زندگی نہیں گذار سکتے ؟۔ حالانکہ وہ تو ان کا مستقر ہے جنہیں قیامت سے قبل موت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کا زمانہ وفات قریب ہوگا تو پھر اسی زمین پر آنا مقدر ہے تا معلوم ہو جائے کہ آسمانوں پر موت نہیں ہے۔ پھر کس قدر بے علمی ہے کہ جس صورت کو دست قدرت نے اس استبعاد کے دور کرنے کے لئے اختیار کیا۔ اسے ہی کم فہموں نے اور زیادہ استعجاب کا موجب بنالیا۔ سچ ہے :

”وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ . لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ . الحجر ۱۴“

ہاں! مرزا قادیانی کو دھوکا لگ جانا اس وقت قرین قیاس تھا جبکہ نبی کریم ﷺ کو بھی آسمانوں میں مان کر وفات شدہ تسلیم کیا جاتا۔ مگر میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ آسمان ہرگز نبیوں کے مستقل طور پر رہنے کا مقام نہیں ہے۔ اور نہ انبیاء کا آسمانوں پر رہنا کوئی موجب افضلیت ہے۔

رسل اور سید الرسل کے لئے زمین کیوں منتخب ہوئی ؟

حق تعالیٰ کی مشیت ازلی نے جب چاہا کہ اپنا کوئی خلیفہ بنائے۔ اس وقت یہ آسمان بھی موجود تھے اور زمین بھی۔ لیکن صاف اعلان کر دیا کہ :

” وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً . البقرہ ۳۰“ یعنی فرشتے میرے آسمانوں پر ہیں لیکن میرا خلیفہ میری زمین پر ہوگا اور یہ اس لئے مقدر ہوا کہ آسمان بالاصالۃ یعنی بلاواسطہ قدرت کی کارفرمائیوں کے مظہر ہیں۔ اس لئے جہاں اصل کا ظہور ہو وہاں خلیفہ کا کیا کام ؟۔ زمین ہی وہ ٹکڑا تھا جہاں ید قدرت نے آدم علیہ السلام کی طاقت ظاہر فرما کر اپنی قدرت کاملہ کو اسباب کے پردہ میں مستور کر دیا۔ لہذا ضرور ہوا کہ خلافت زمین پر ہی عیاں ہوتی۔ ورنہ جس طرح سموات اسباب سے بالاتر اور بالاتر کارخانہ پر مشتمل ہیں اسی طرح یہ زمین بھی براہ راست ید قدرت کے تحت میں ہوتی اور جس طرح

آسمانوں پر خدا تعالیٰ کے نہ معصیت کرنے والے ملائکہ آباد ہیں۔ اسی طرح زمین پر وہ بندے آباد ہوتے جنہیں سوائے طاعت کے کچھ کام نہ ہوتا اور "یَفْعَلُوْنَ مَایُؤْ مَرُوْنَ۔" کا مصداق ہوتے اور اس طرح اسباب و مسببات کا سارا کارخانہ درہم و برہم ہو جاتا۔ جنت و دوزخ کی حاجت نہ رہتی اور عالم کی پیدائش سے جو مقصد تھا وہ فوت ہو جاتا۔ لیکن جب حکمت ایزدی اور مرضی لم یزل نے غائب بن کر اپنی عبادت چاہی تو خلیفہ کے لئے اس زمین کو مخصوص کر دیا اور غائبانہ اپنے خلیفہ پر اوامر و نواہی اتارے تاکہ دیکھے کہ اگر ملائکہ مشاہدۃً عبادت کرتے ہیں تو کیا کوئی بن دیکھے بھی عبادت کر سکتا ہے :

"تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ الملک ۱، ۲"

اسی لئے بالآخر مسجود ملائکہ کو خدا تعالیٰ کی جنت چھوڑ کر مسند خلافت پر جلوہ آرا ہونے کے لئے اسی زمین پر آنا پڑا۔ پھر بتلاؤ کہ خلیفہ کے بعد دوسرے ہادیوں کے لئے بھی خدا کی یہی زمین زیادہ موزوں تھی یا وہ آسمان جہاں ایسی مخلوق بستی ہے کہ جو بلاواسطہ احکام سنتی اور بلافترۃ عبادت میں مشغول ہے۔ نہ وہ کسی رسول کی وحی کی محتاج ہے نہ کسی ہادی کی ہدایت کی۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام اگر کسی مصلحت الہیہ کے ماتحت آسمانوں پر تشریف فرما ہیں تو اس وجہ سے سرور کائنات ﷺ سے افضل ہو سکتے ہیں ؟۔

ملائکۃ اللہ جنہیں ابتداء خلافت کی مصلحت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جب کچھ تردد لاحق ہوتا ہے تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ :

"وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔ البقرہ ۳۰"

یعنی اے اللہ! ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اگر آسمانوں پر رہنا بھی کسی فضل کا موجب تھا تو ان کا اولین حق تھا کہ اس کے ساتھ ہی : " وَنَسْتَقِرُّ فِیْ سَمَائِكَ۔ " بھی کہتے یعنی اور ہم تیرے آسمانوں میں رہتے ہیں۔ لیکن جب خود اس مکان کے ساکن محض کسی مکان کی سکونت کو موجب فضل نہیں سمجھتے تو پھر زمین والوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اسے اتنا بڑھائیں جتنا کہ انہیں حق نہیں ؟۔ تسبیح و تقدیس گو بظاہر ایک بڑے فضل کی شے ہے لیکن

بارگاہ صمدیت میں جسے ہر کسی کی تسبیح وتقدیس سے بے نیازی حاصل ہے۔اس کو بھی کسی خاص فضل کا موجب نہ سمجھا گیا اور صاف جواب مل گیا کہ :" اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ ۔ بقرہ ۳۰ "یعنی جہات فضیلت تمہاری پرواز سے باہر ہیں۔ کسی کا آسمان وزمین پر رہنا تو درکنار تسبیح و تقدیس بھی موجب افضیلت نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کا ایک ہی سبب ہے اوروہ اس کی ذات قدسی صفات کا اصطفاء واجتبا ہے اور یہ اسی کے ہاتھ میں ہے جسے کوئی بشر اپنی فطری یا کسی طاقت سے حاصل نہیں کر سکتا :"اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۔ الحج ۷۵" ظاہر ہے کہ ایک ویسرائے ہندوستان میں رہ کر شاہ انگلستان کے نزدیک وہ رتبہ رکھ سکتا ہے جوایک کمشنر اس کی محفل بلکہ اس کے محل میں رہ کر بھی حاصل نہیں کر سکتا پھر یہاں اور وہاں کا فرق فضول ہے :

صدر ہر جا کہ نشیند صدراست

افضل البشر ﷺ کی عظمت میں کسی کا کیا منہ ہے کہ ہم سے گوئے سبقت لے جائے ایک وہ ہیں جن کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام برائے چندے آسمان پر رہ کر افضل بن سکتے ہیں اور ہم وہ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ واللہ وہ سرزمین جس پر سرور کائنات (ﷺ) کے قدم پڑتے ہیں اس آسمان سے ہزار درجہ افضل ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس کے غیر متناہی فرشتے بھی آباد ہیں۔

ایک وہ ہیں جو مکین کو مکان کی وجہ سے شرف دیتے ہیں اور ہم وہ ہیں جو مکان کو مکین کی وجہ سے اشرف سمجھتے ہیں :" قال تعالیٰ لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۔ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۔ البلد ۲٬۱ "یعنی اے محمد (ﷺ) میں اس شہر مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ تو اس میں رہتا ہے پھر جس کے وجود سے ام القریٰ مکہ کو شرف حاصل ہو سکتا ہے وہ آسمان پر جانے کا کیا رشک کرتا ؟۔ بلکہ آسمان خود اس زمین پر رشک کرتا ہے جہاں اس کے قدم پڑتے ہیں :

برزمین کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظر ان خواہد بود

اب تو آپ نے انصاف فرمالیا ہوگا کہ ہم غلامان محمد ﷺ اس عقیدہ کے ماتحت خاتم النبیین کی توہین کرتے ہیں (والعیاذباللہ) یا تعظیم' اور آیئے میں آپ کو بتلاؤں کہ آپ "مدنی" نبوت کے بالمقابل "قدنی" نبوت کا جھنڈا گاڑ کر ایسی کھلی توہین کر رہے ہیں جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین پاش پاش ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

ختم نبوت کے بعد کسی نبوت جدیدہ کا تسلیم کرنا سخت توہین ہے

خدائے تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے رسول بھیجے اور یقیناً ہر رسول اپنے اپنے زمانہ کے لئے ایک نور تھا اور ایک شمع تھی جس کے اجالے میں آنکھ بند کر کے خدائے قدوس تک رسائی ممکن تھی۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت کا ماننے والا اگر نوح علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے لئے سوائے جہنم کے کہیں مفر نہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ نبوت آدم علیہ السلام میں کوئی نقصان تھا (والعیاذباللہ) بلکہ اس لئے کہ نبی وقت کی اس میں توہین ہے۔

یہی سلسلہ چل کر ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام تک پہنچا اور یہ ہر دو نبی بھی اپنے زمانہ میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے لیکن آخر کار عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں ان پر ایمان رکھنا بھی نجات کے لئے کافی نہ ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا بھی ضروری ٹھہرا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص اپنے نبی پر ایمان لا کر بھی خدائے تعالیٰ کے نزدیک نامقبول ٹھہر سکتا ہے اگر وہ آئندہ نبی پر ایمان نہیں لاتا اس لئے اگر ہمارے آقاو مولا سرور کائنات ﷺ بھی اسی سلسلہ کے ماتحت اول یاوسط میں مبعوث ہوتے تو ضرور آپ ﷺ پر ایمان لانا بھی کسی زمانہ میں اسی طرح ناکافی ہو جاتا۔ اور جس طرح کہ ایک شریعت موسویہ کا عامل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جنت اور رضائے حق سے محروم ہو کر ابدالآباد کے لئے جہنمی ہو سکتا۔ اسی طرح محمد رسول اللہ (ﷺ) پر بھی ایمان لا کر بعد کے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنمی ہو سکتا تھا۔ لیکن رحمت حق نے اپنے محبوب کو ایک خاص بزرگی سے نوازا اور چاہا کہ اب آئندہ اس رحمتہ اللعالمین پر ایمان لانے والا اس

خطرہ سے مامون ہو جائے اور جس طرح اس کے زمانہ میں ایمان کا مدار اس کی ذات پر تھا اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت آئندہ بھی اسی کے نام سے وابستہ ہے۔ اس لئے ختم نبوت کا تاج مکمل اس کے سر پر رکھا اور دنیا کو مطمئن کر دیا کہ اس مرلی اعظم ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں۔ اس کا ماننا نجات کے لئے کافی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے رضائے حق مل سکتی ہے اور اسی کی مخالفت سے خدا کا غضب ٹوٹتا ہے۔ خدا کی جنت اسی کے نام کے ارد گرد دور (گھومتی) ہے اور جہنم اسی کے متبرک نام سے خائف ہے۔ کوئی نہیں جس پر ایمان لانا اس کے بعد درست ہو۔ اس لئے کہ اب وہ آگیا جو سارے جہان کو تسلی دینے والا ہے۔ ہر پیاسا اسی کے بحر شریعت سے سیراب ہو گا۔ ہر بھوکا اسی کے دستر خوان سے شکم سیر ہو گا' اور ہر خائف اسی کے حریم امن میں پناہ پائے گا۔ اس کا دامن خدائے تعالیٰ کے دائمی رضا کا ضامن ہے۔ کوئی نہیں جس کا نام اس کے نام سے اونچا ہو سکے۔ کوئی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت کا حق رکھتا ہو۔ اس لئے کہ اب امام آگیا۔ وہ حامل لواء ہے اور سب اس کے جھنڈے کے نیچے ہیں۔ اسی راز کو آشکارا کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام جیسا اولوالعزم نبی آئے گا اور دنیا کو دکھلائے گا کہ یہ وہ نبی ہے جس کے دور میں انبیاء امتی بن کر بسر کرتے ہیں اور دوسروں کے شفیع بن کر بھی خود اس کی شفاعت سے مستغنی نہیں ہیں۔

عقیدہ حیات مسیح کا عیسائیت پر اثر

رہا عیسائیت کی موافقت کا سوال تو آپ کو معلوم رہے کہ عیسائیت کے استیصال کے لئے اس مسئلہ سے زیادہ کوئی اسم اعظم نہیں ہے۔ بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور آخر میں وہ بھی لکھی جا چکی جس کو لوگ براہین احمدیہ کہتے ہیں اور جس کی تصنیف کا خدا کو متکفل کہا جاتا تھا۔ لیکن کیا عیسائیت معدوم ہو گئی؟۔

ہاں! اگر آتھم کے زمانہ کے دستور کے مطابق وفات پا جانے سے عیسائیت تباہ ہو سکتی ہے تو بے شک تباہ ہو گئی۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ میری اور تیری صفائی سے کیا ہو گا۔ صفائی مکمل اس وقت ہو گی جبکہ عیسائیوں کا مزعوم خدا خود زمین پر اتر کر اس اتہام کو علی رؤس

الاشہاد اپنے سر سے اٹھائے گا اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہو کر اپنے تابع ہونے کا ثبوت دے گا اور آخر کار اسی زمین میں جا کر سو رہے گا۔ جہاں خدا کے سارے رسول آرام فرما ہیں۔ یہ وہ دن ہو گا جبکہ عیسائیت کا تخم دنیا سے معدوم ہو جائے گا اور اس لئے اس کے شعائر اس کی طاقت و شوکت اور اس کے خصائص سے عالم پاک ہو گا صلیب توڑ دی جائے گی کہ پھر نہ گرجا نظر آئے گا نہ اس پر صلیب لٹکے گی۔ خنزیر قتل کر دیئے جائیں گے اور دنیا بعد فساد کے پھر امن کی طرف لوٹے گی۔ لیکن اس کے بر خلاف اگر آپ کے عقیدہ کے مطابق مسیح سولی چڑھا دیا گیا اور پھر نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ کون ہے جو عیسائیوں کو کفارہ کے عقیدہ سے روک سکے۔ کون ہے جو ان کے شعائر کو پست کر دے اور کون ہے جو عیسائیت کا بیج خدا کی زمین سے نابود کر دے۔ کیا وہ مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے صاحبزادہ جنہیں ہمیشہ عیسائیوں اور ان کی سلطنت کے مناقب کے سوا کچھ کام نہ تھا۔ کیا وہ جن کے نزدیک ہندوستان مکہ اور مدینہ سے زیادہ پیارا ہے۔ کیا وہ جن کا خدا خود ان سے غلط انگریزی میں باتیں کیا کرتا تھا۔

اب مرزا محمود انصاف کریں کہ ایک طرف حیات عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ان کا نازک دل پھٹا جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ خدا تعالیٰ کے اس امتیاز کلی کو مٹانا چاہتا ہے کہ اب اس خاتم الرسل پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہ رہے۔ جنت اور رضائے ایزدی اس کے توسط کے بجائے مرزا غلام احمد کے توسط سے ملنے لگے۔ خدا تعالیٰ کا کوئی رسول اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے نہ اترے اور اس کے ماء مصفیٰ کو چھوڑ کر دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کے گھاٹ سے سیراب ہو:

تکدر ماء السابقین وعیننا
الی آخر الایام لا تتکدر

مسئلہ ختم نبوت ایک فسانہ سمجھا جائے اور اس طرح عظمت کے دعوے میں اہانت اور ایمان کی ندا میں کفر کی دعوت دی جائے؟۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ آپ ان عقائد فاسدہ سے توبہ کر لیں؟ اور ایک ایسی نبوت تامہ و عامہ کے نیچے آجائیں جس کے بعد ہر

نبوت سے بے نیازی اور ہر وحی سے استغنی ہے:

بہار عالم حسنش جہان را تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت رابیو ارباب معنی را

معزز زمیندار کی اپیل پڑھ کر میں نے اس مضمون کو شروع کیا تھا اور اپنے ذہن میں اس کو دو حصوں پر منقسم کیا تھا جس میں سے اول حصہ مرزا محمود صاحب کے شکوک کے جواب کے متعلق تھا اور دوسرا اپنے مقصد کی تقریر میں۔ لیکن جب میں اس قدر مضمون لکھ چکا تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مد ظلہ کا میں نے مضمون سنا جس کے بعد اپنا یہ مضمون بھی زائد از حاجت معلوم ہوا اس لئے دوسرے حصہ کو حذف کرتا ہوں کہ مولانائے موصوف کا مضمون اس باب میں بس ہے اور اسی میں کفایت ہے اسی کو بغور پڑھئے اور سنائیے۔

هوا لمسك ماكررته يتضوع